از عدالتِ عظمیٰ

تاریخ فیصلہ: 14 اکتوبر، 1957

کپل دیو شکلا

بنام

سٹیٹ آف اتر پردیش

(بی پی سنہا، پی گووندا مینن اور جے ایل کپور، جسٹس صاحبان)۔

فیصلہ ساز کمیٹی ٹرائل-انگریزی میں ثبوت-ججوں کو انگریزی اچھی طرح نہیں آتی-آیا مقدمہ کالعدم-تعصب-اپیل کی یادداشت-اگر مناسب ہو تو مخصوص بنیاد متعین نہ کرنے کا عمل-مجموعہ ضابطہ فوجداری (V سال 1898)، دفعات 418 اور 419۔

اپیل کنندہ پر ایک سیشن جج اور ایک فیصلہ ساز کمیٹی نے مجموعہ تعزیرات ہند A-477 اور 408 کے تحت جرائم کے لیے مقدمہ چلایا۔ دستاویزی شہادت کا ایک بڑا حجم انگریزی میں تھا اور ایک اہم گواہ کا بیان انگریزی میں دیا گیا تھا۔ فیصلے کے لیے بنیادی سوال جعلی دستاویزات کی تصنیف تھا۔ یہ پایا گیا کہ جج انگریزی میں اچھی طرح سے مہارت نہیں رکھتے تھے اور مرکزی سوال کا فیصلہ کرنے کی حیثیت میں نہیں تھے۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے قصوروار نہ ہونے کا متفقہ فیصلہ واپس کیا اور فیصلے کو قبول کرتے ہوئے سیشن جج نے اپیل گزار کو بری کر دیا۔ ریاست نے عدالت عالیہ میں اپیل کی۔ اپیل کے یادداشت میں صرف ایک بنیاد لی گئی تھی، "کہ حکم بر آت ریکارڈ پر موجود شواہد کے وزن کے خلاف اور قانون کے منافی ہے" عدالت عالیہ نے اپیل کو قبول کیا اور اپیل گزار کو مجرم قرار دیا۔ اپیل کنندہ نے دعوی کیا کہ عدالت عالیہ کے سامنے اپیل نااہل تھی کیونکہ قانون کی کوئی خاص غلطیاں، جن پر صرف اور اپیل مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 418 کے تحت ہوتی ہے، اپیل کی یادداشت میں بیان کی گئی تھی اور یہ کہ سیشن کورٹ میں مقدمہ قانون کی نظر میں کوئی مقدمہ نہیں تھا۔

حکم ہوا کہ، اپیل کی یادداشت کا مطلب ان بنیادوں کا ایک مختصر گوشوارہ ہے جس پر اپیل کنندہ اپیل کی حمایت کرنے کی تجویز کرتا ہے۔ الہ آباد عدالت عالیہ میں قانون یا حقیقت کی مخصوص

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

بنیاد نہ لینے کے مروجہ عمل کو یہ فرض کرتے ہوئے بھی مسترد کیا جانا چاہیے کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی قیود 419 میں اس طرح کی بنیاد کو ترتیب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

مزید حکم ہوا، یہ کہ سیشن جج کے سامنے مقدمے کی ساعت غیر عدالتی تھی کیونکہ جیوری جعلی دستاویزات کی تحریر کے سوال کا فیصلہ کرنے میں نااہل تھی۔ ایسے معاملے میں جانبداری کا سوال پیدا نہیں ہوتا کیونکہ یہ محض بے ضابطگی نہیں ہے، بلکہ "غلط مقدمے" کا معاملہ ہے۔

اس کے بعد راس بہاری لال بنام دی کنگ ایمپرر، (1933) ایل آر 60 آئی اے 354 آیا۔

اپیلیٹ فوجداری کا دائرہ اختیار: 1957 کی فوجداری اپیل نمبر 82۔

الہ آباد عدالت عالیہ کے 12 اگست 1953 کے فیصلے اور حکم سے خصوصی اجازت کے ذریعے اپیل 1951 کی فوجداری اپیل نمبر 114 کے فیصلے سے پیدا ہوتی ہے اور دوسری تاریخ 31 جولائی 1950 کو الہ آباد میں ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت کے 1949 کے فوجداری سیشن ٹرائل نمبر 22 میں۔

اپیل کنندہ کی طرف سے ایس پی سنہا اور بی سی مشرا۔

مدعاعلیہ کی طرف سے جی سی ماتھر اور سی پی لال۔

14.1957 اکتوبر۔

عدالت کا مندرجہ ذیل فیصلہ جسٹس سنہا نے دیا۔

خصوصی اجازت کے ذریعے یہ اپیل الہ آباد عدالت عالیہ (دیسائی اور بیگ جسٹس صاحبان) کی ڈویژن بنچ کے 12 اگست 1953 کے فیصلے اور حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں الہ آباد کے فاضل ایڈیشنل سیشن جج کے ذریعے 1949 کے سیشن ٹرائل نمبر 22 میں 31 جولائی 1950 کو منظور کیے گئے بری کرنے حکم بر اَت قرار دیا گیا ہے۔ اپیل کنندہ پر مجموعہ تعزیرات ہند 408 اور A477 کے تحت الزام عائد کیا گیا تھا، اور 5 کی فیصلہ ساز کمیٹی نے اس پر مقدمہ چلایا تھا۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے قصوروار نہ ہونے کا متفقہ فیصلہ واپس کر دیا۔ فاضل ایڈیشنل سیشن جج نے فیصلہ ساز کمیٹی کا فیصلہ قبول کر لیا اور ملزم کو بری کر دیا۔ حکومت اتر پردیش کی اپیل پر، عدالت عالیہ نے تقریباً 130 ٹائپ شدہ صفحات پر مشتمل ایک فیصلے میں بری ہونے حکم کو کالعدم قرار دیا اور اپیل کنندہ کو مذکورہ

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

بالا دفعات کے تحت مجرم قرار دیا، اور اسے چار سال کی قید بامشقت اور دس ہزار روپے کے جرمانے کی سزا سنائی، ادائیگی نہ کرنے پر، ایک سال کے لیے مزید قید بامشقت، مجموعہ تعزیرات ہند 408 کے تحت، اور مجموعہ تعزیرات ہند 477A کے تحت چار سال کی قید بامشقت، دونوں دفعات کے تحت مسلسل چلنے کے لیے قید کی سزا سنائی۔ جرمانے میں سے، اگر وصول ہوا تو سات ہزار روپے معاوضے کے طور پر امپیریل بینک آف انڈیا، الہ آباد کو ادا کرنے کی ہدایت کی گئی۔ اس عدالت میں اپیل کے لیے فٹنس سرٹیفکیٹ کی استدعا کو مسترد کر دیا گیا۔ اپیل کنندہ نے اس عدالت کا رخ کیا اور 15 دسمبر 1953 کے حکم نامے کے ذریعے اپیل کرنے کی خاص اجازت اجازت حاصل کی۔

اس معاملے میں مقدمے کی قانونی حیثیت کے پیش نظر، استغاثہ کے مقدمے کی تفصیلات میں جانا ضروری نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ بیان کیا جائے کہ اپیل کنندہ پر مذکورہ بالا دفعات کے تحت فرد جرم عائد کی گئی تھی، اس نے الہ آباد میں امپیریل بینک کی 7,410 روپے کی قیمتی ضمانتوں کے سلسلے میں اعتماد کی خلاف ورزی کی تھی، جب کہ وہ کلرک کے طور پر بینک میں ملازمت کر رہا تھا، اور اس صلاحیت میں تھا، جنوری سے جولائی 1946 کے دوران "دھوکہ دہی، تباہ، تبدیل، مسخ شدہ اور جعلی کھاتوں اور دیگر کاغذات" کے ارادے سے۔

اپیل گزاروں کے وکیل کی طرف سے ہمارے سامنے متعدد تنازعات اٹھائے گئے تھے، لیکن ان میں سے صرف دو کا نوٹس لینا ضروری ہے، یعنی، (1) ریاست اتر پردیش کی طرف سے عدالت عالیہ میں اپیل پر غور نہیں کیا جانا چاہیے تھا کیونکہ اپیل کی یادداشت مجموعہ ضابطہ فوجداری دفعات 418 اور 419 میں بیان کردہ قانون کے تقاضوں کی تعمیل نہیں کرتی تھی؛ اور (2) کہ سیشن عدالت میں مقدمہ قانون کی نظر میں کوئی مقدمہ نہیں تھا۔ پہلی دلیل کے حوالے سے، یہ کہنا کافی ہے کہ اگرچہ عدالت عالیہ میں دائر اپیل کا یادداشت مکمل طور پر ناکافی تھا، لیکن یہ نقص ایسا نہیں تھا کہ اسے کالعدم قرار دے تاکہ عدالت عالیہ اسے محدود طور پر مسترد کرنے کا حق حاصل کرے۔ نقطہ اس طرح پیدا ہوتا ہے استدعا کے علاوہ، اپیل کی استدعا میں لی گئی واحد بنیاد یہ ہے کہ حکم بر اٗت ریکارڈ پر موجود شواہد کے وزن کے خلاف اور قانون کے منافی ہے"۔ دلیل یہ ہے کہ مجموع ضابطہ فوجداری کی دفعہ 418 کے تحت، جہاں مقدمہ فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے ہوتا ہے، "اپیل صرف قانون کے معاملے پر ہوگی"، اور چونکہ یادداشت آف اپیل میں قانون کی کوئی خاص غلطی بیان نہیں کی گئی ہے، اس سنگین غلطی کا نتیجہ یہ ہے کہ قانون کی نظر میں، یہ اپیل کی کوئی درخواست نہیں تھی، جس پر عدالت عالیہ غور کر سکتی تھی۔ یہ دلیل عدالت عالیہ کے سامنے اپیل کی پائیداری پر ابتدائی اعتراض

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کے ذریعے اٹھائی گئی تھی۔ عدالت عالیہ نے اس اعتراض کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ دفعہ 419 جو کہ اپیل کی درخواست سے متعلق مجموعہ ضابطہ فوجداری کی مخصوص شق ہے، صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ یہ تحریری طور پر ہو اور اس کے ساتھ اس فیصلے یا حکم کی ایک کاپی ہو جس کے خلاف اپیل کی گئی ہو، اور فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے زیر سماعت مقدمات میں، ضابطہ کی دفعہ 367 کے تحت درج کیے گئے الزامات کے سروں کی ایک کاپی ہو۔ عدالت عالیہ نے مشاہدہ کیا کہ ضابطہ اخلاق میں کوئی توضیعات نہیں ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ اپیل کی درخواست میں حقائق یا قانون کے معاملات کی وضاحت کی جائے، جس پر اپیل مبنی ہے۔ عدالت نے اس عدالت میں رائج عمل کا بھی حوالہ دیا جس کے مطابق حقیقت یا قانون پر کوئی مخصوص بنیاد نہیں لی جاتی ہے۔ عدالت عالیہ کے مطابق، حقائق پر مبنی اپیل اور صرف قانون کے سوالات پر مبنی اپیل کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا، جیسا کہ فیصلہ ساز کمیٹی ٹرائل کے معاملے میں ہوتا ہے۔ ان تحفظات کے پیش نظر، عدالت عالیہ نے فیصلہ دیا کہ ابتدائی اعتراض قانون میں اچھی طرح سے مبنی نہیں تھا۔

یہ فرض کرتے ہوئے کہ عدالت عالیہ قانونی حیثیت کی تعریف میں درست تھی، اس کے باوجود، ہمیں اس طرح کے کسی بھی عمل سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہیے جس کا حوالہ ذیل کے فیصلے میں دیا گیا ہے۔ اپیل کی یادداشت کا مطلب ان بنیادوں کا ایک مختصر گوشوارہ ہے جس پر اپیل کنندہ اپیل کی حمایت کرنے کی تجویز کرتا ہے۔ عدالت کو یہ نوٹس ہے کہ اپیل کنندہ کی جانب سے اس طرح کی اور اس طرح کی مخصوص بنیادوں پر زور دینے کی تجویز ہے، ساتھ ہی مدعا علیہ کو یہ نوٹس بھی کہ اسے ان مخصوص بنیادوں کو پورا کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ بے بنیاد اپیل کا میمورنڈم جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کسی بھی فریق یا عدالت کے لیے کوئی فائدہ مند نہیں ہے۔ اس میں اپیل کی بنیاد تیار کرنے کے ذمہ دار شخص کو فارغ کرنے، اپیل کے تحت فیصلے پر اپنا ذہن لگانے اور اس کے کمزور نکات کا فائدہ ہو سکتا ہے، لیکن یہ معمولی فائدہ، اگر ایسا ہے تو، قانونی چارہ جوئی کے فریقین اور اپیل کی سماعت کرنے والی عدالت کے لیے سنگین نقصان سے بہت زیادہ ہے۔ بنیادوں کا اس طرح کا بے بنیاد ہونا ہر قسم کی عرضیوں کے لیے دروازہ کھلا چھوڑ دیتا ہے، اس طرح عدالت کا وقت ضائع کرنے کا رجحان ہوتا ہے، اور جواب دہندگان کو حیران کر دیتا ہے۔ یہ ایک بدنام حقیقت ہے کہ عدالتیں، خاص طور پر ملک کے اس حصے میں جہاں سے یہ اپیل آتی ہے، نمٹائے گئے مقدمات کی بڑی تعداد کے ساتھ زیادہ بوجھ کا شکار ہیں۔ متعلقہ فریقین اور ان کے قانونی مشیروں کو چاہیے کہ وہ مقدمات کی ضروری خصوصیات پر توجہ مرکوز کریں اور اپنی توجہ مرکوز کریں تاکہ انصاف کے تیز رفتار اور اس

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

کے نتیجے میں سستے انتظام کو آسان بنایا جا سکے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک بے بنیاد جیسا کہ اوپر دیکھا گیا ہے، عدالت عالیہ کے غیر معمولی طویل فیصلے کا ذمہ دار تھا۔ اس طرح کا عمل، اگر کوئی ہو، بند کرنے کا حقدار ہے اور اپیل کی بنیاد تیار کرنے کا ایک زیادہ موثر طریقہ تیار کرنا ہو گا۔ اگر قانونی چارہ جوئی میں فریقین کے وکیل کسی مقدمے کی ضروری خصوصیات پر توجہ مرکوز کرتے ہیں، تمام بے کاریوں کو ختم کرتے ہیں، تو دلیل زیادہ سمجھدار ہو جاتی ہے اور عدالت کے لیے مقدمے کے اہم پہلوؤں پر اپنی توجہ مرکوز کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ جیسا کہ اپیل دوسری بنیاد پر کامیاب ہوتی ہے، جیسا کہ فی الحال ظاہر ہو گا، ہمیں پہلی بنیاد پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

دوسری بنیاد جس پر، ہماری رائے میں، اپیل کو کامیاب ہونا چاہیے، خود عدالت عالیہ کے نتائج پر مبنی ہے۔ اس کیس میں انگریزی میں تقریباً تمام دستاویزی شہادت کی ایک بڑی مقدار پر غور کیا گیا۔ زبانی شواہد کو بنیادی طور پر ان دستاویزات کو جوڑنے اور ان کے خلاف بنائے گئے الزامات، اعتماد کی خلاف ورزی اور متعلقہ کھاتوں کی جعل سازی اور بینک کے زیر انتظام رجسٹر میں اندراجات پر ان کے اثر کی وضاحت کرنے کی ہدایت کی گئی تھی۔ گواہ استغاثہ نمبر 26 گنگولی بینک کے ایجنٹ سے بڑی تفصیل سے جانچ پڑتال کی گئی، اور انہوں نے اکتوبر اور دسمبر 1949 کے درمیان 12 دنوں میں اپنے ثبوت پیش کیے۔ یہ تقریباً 45 ٹائپ شدہ صفحات پر مشتمل ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ ثبوت اس نے انگریزی میں دیا تھا کیونکہ اس نے ایک درخواست دائر کی تھی کہ اس نے انگریزی میں ثبوت دیا تھا اور یہ کہ وہ یہ کہنے کی حیثیت میں نہیں تھا کہ آیا بیان لکھنے والے کی طرف سے ریکارڈ کیا گیا ہندی ورژن درست تھا، کیونکہ وہ ہندی سے واقف نہیں تھا۔ عدالت عالیہ نے کیس کی نوعیت اور کیس کی مناسب تفہیم کے لیے فیصلہ ساز کمیٹی کے اراکین کی مطلوبہ قابلیت کے بارے میں درج ذیل مشاہدات کیے تھے:

"ہم سمجھتے ہیں کہ فوری کیس کم از کم کسی عام فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے مقدمے کی سماعت کے لیے موزوں نہیں تھا۔ یہ ایک بہت پیچیدہ کیس تھا جس میں بہت سارے دستاویزات پیش کیے گئے تھے۔ مقدمے کا فیصلہ اس سوال پر منحصر تھا جس کے ذریعے مختلف دستاویزات لکھی یا تیار کی گئیں۔ وہ تمام دستاویزات انگریزی میں ہیں اور کوئی بھی معاملے کا تسلی بخش فیصلہ نہیں کر سکتا تھا جب تک کہ اسے انگریزی کا اچھا علم نہ ہو اور وہ تحریر کا فیصلہ کرنے کی حیثیت میں نہ ہو۔ وہ جرائم جن کے ساتھ مدعا علیہ پر الزام عائد کیا گیا تھا وہ فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے قابل سماعت سرکاری حکم کے تحت تھے اور اس معاملے کی سماعت فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے کی جانی تھی

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

جب تک کہ حکومت حکم کو منسوخ کرنے یا تبدیل کرنے کے لیے مناسب نہ سمجھے۔ حکومت نے حکم کو منسوخ یا تبدیل نہیں کیا اور یہ بھی اعلان نہیں کیا کہ اس معاملے کی سماعت مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 269(2) کے تحت خصوصی فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے کی جانی چاہیے۔"

ہماری رائے میں، اوپر مذکور عدالت عالیہ کے تبصرے سیشن عدالت کی کارروائی کا درست تاثر دیتے ہیں۔ عدالت عالیہ کے فیصلے سے یہ مزید ظاہر ہوتا ہے کہ ریاست کی جانب سے اپیل کی حمایت میں کیس کی دلیل دینے والے فاضل ایڈوکیٹ جنرل نے زور دے کر کہا کہ جج تنازعہ کے مناسب تعین میں شامل کام کے برابر نہیں تھے۔ عدالت عالیہ نے ٹرائل کورٹ کو ہدایت کی کہ وہ تحقیقات کرے اور کیس کے اس پہلو پر رپورٹ پیش کرے۔ اس عدالت کی طرف سے پیش کردہ رپورٹ پر غور کرنے پر، عدالت عالیہ نے درج ذیل اثر سے اپنا نتیجہ درج کیا:

"سیشن جج کے ذریعے منتخب کیے گئے پانچ ججوں میں سے تین کو انگریزی کا کافی علم تھا، چوتھا انگریزی بہت کم جانتا تھا اور کیس میں پیش کردہ دستاویزات کو نہیں پڑھ سکتا تھا اور پانچواں بھی انگریزی کا کافی علم نہیں رکھتا تھا۔ وہ انگریزی میں لکھے گئے خط کو کچھ مشکل سے سمجھ سکتا تھا اور انگریزی اخبارات نہیں پڑھ سکتا تھا۔ یہ ہمیں ججوں کو طلب کرنے اور ہماری طرف سے جاری کردہ خط پر ان کی جانچ پڑتال کے بعد فاضل سیشن جج کی طرف سے دی گئی رپورٹ سے ملتا ہے۔ ہم مطمئن ہیں کہ دو جج، شری شیخ عاشق علی اور شری فرمان علی، جعلی دستاویزات کی تصنیف کے سوال کا تسلی بخش فیصلہ کرنے کی حیثیت میں نہیں تھے۔ یہ محض مقدمے میں پیش کردہ دستاویزات کے مندرجات کو سمجھنے کا سوال نہیں تھا؛ ججوں کو یہ بھی فیصلہ کرنا تھا کہ آیا وہ مدعا علیہ کے لکھے ہوئے تھے یا دستخط کیے ہوئے تھے جیسا کہ گواہ استغاثوں نے بیان کیا تھا یا نہیں۔ ان کے پاس انگریزی کے ساتھ اتنی جانکاری نہیں تھی کہ وہ اس سوال کا تسلی بخش فیصلہ کر سکیں۔"

اس نتیجے پر، یہ واضح ہے کہ اپیل کنندہ کی یہ دلیل اچھی طرح سے قائم ہے کہ یہ ایک ٹرائل جو غیر عدالتی کورم تھا۔ یہ مقدمہ راس بہاری لال بنام دی کنگ ایمپرر [1] کے کیس سے ملتا جلتا ہے، جو پریوی کونسل کی جوڈیشل کمیٹی تک گیا، پٹنہ عدالت عالیہ کے ایک فیصلے سے جس میں قتلِ عمد اور فسادات کے الزام میں ملزم افراد کی سزا اور سزا دہی کی تصدیق کی گئی تھی۔ اس معاملے میں مقدمہ 7 رکنی فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعے چلایا گیا۔ فیصلہ ساز کمیٹی نے چھ سے ایک کی اکثریت سے ملزم کو مجرم پایا۔ فاضل ٹرائل جج نے فیصلہ قبول کر لیا اور کچھ ملزموں کو موت کی سزا سنائی۔ عدالت عالیہ نے

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and integrity of this document

ملزموں کے اس موقف کو مسترد کر دیا کہ کوئی قانونی مقدمہ نہیں چل رہا تھا کیونکہ کچھ فیصلہ ساز کمیٹی عدالت میں کارروائی پر عمل کرنے کے لیے کافی انگریزی نہیں جانتے تھے۔ عدالتی کمیٹی نے عدالت عالیہ کی اس رپورٹ پر اپیل کرنے کی خاص اجازت اجازت دے دی کہ ججوں میں سے ایک عدالت میں کارروائی پر عمل کرنے کے لیے کافی انگریزی نہیں جانتا تھا۔ عدالتی کمیٹی کے سامنے، یہ تسلیم کیا گیا، اور ان کے محترم المقام کے نقطہ نظر میں، مناسب طور پر، استغاثہ کے وکیل کے ذریعہ کہ اپیل گزاروں پر مقدمہ نہیں چلایا گیا تھا، اور اس وجہ سے، سزائیں اور سزائیں برقرار نہیں رہ سکتی تھیں۔ لارڈ اٹکن، جس نے عدالتی کمیٹی کا فیصلہ سنایا، نے مدعا علیہ کے لیے کونسل کی طرف سے دی گئی رعایت پر درج ذیل مشاہدات کیے:

"محترم المقام کی رائے میں، یہ لازمی طور پر درست نظریہ ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ایک جج کی نااہلی کا اثر ملزم کو قانون کے ذریعے فراہم کردہ تحفظ کے ایک لازمی حصے سے انکار کرنا ہے اور یہ کہ موجودہ مقدمے میں مقدمے کا نتیجہ انصاف کی واضح غلطی تھی۔ انہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان حالات میں سزا اور سزادہی کو برقرار نہیں رہنے دیا جانا چاہیے۔"

ہماری رائے میں، فوری معاملے میں قانونی حیثیت ایک جیسی ہے۔ تاہم، ریاستی حکومت کی جانب سے یہ دلیل دی گئی کہ فوری معاملے میں فیصلہ ساز کمیٹی نے قصوروار نہ ہونے کا متفقہ فیصلہ واپس کر دیا تھا، اور اس لیے ملزم افراد کے لیے کوئی جانبداری نہیں تھا۔ یہ سچ ہے کہ اس معاملے میں پینل میں شامل فیصلہ ساز کمیٹی کی نااہلی کو ریاستی حکومت کے وکیل نے عدالت عالیہ میں اٹھایا تھا، لیکن عدالت عالیہ کے ذریعے اخذ کردہ نتائج کے پیش نظر، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے، قانون میں موقف واضح ہے کہ نتیجہ سے قطع نظر، یہ کوئی مقدمہ نہیں تھا۔ جانبداری کا سوال اس لیے پیدا نہیں ہوتا کہ یہ محض بے ضابطگی نہیں ہے، بلکہ "غلط مقدمے" کا معاملہ ہے، جیسا کہ عدالتی کمیٹی نے کہا ہے۔ یہ بدقسمتی کی بات ہے کہ ایک مقدمہ جو تقریباً گیارہ سال پہلے کیے گئے جرم کے سلسلے میں اتنے عرصے سے زیر التوا ہے، اسی طرح ختم ہونا چاہیے، لیکن اگر ریاستی حکومت کو ایسا مشورہ دیا جائے تو وہ دوبارہ مقدمے کی سماعت کے لیے اقدامات کرے گی، جیسا کہ اوپر مذکور معاملے میں عدالتی کمیٹی نے ہدایت کی تھی۔

اس کے مطابق اپیل منظور کی جاتی ہے اور سزاؤں اور سزادہی کو کالعدم قرار دیا جاتا ہے۔ ہم اس سوال پر کوئی رائے کا اظہار نہیں کرتے ہیں کہ آیا یہ مجاز فیصلہ ساز کمیٹی کے ذریعہ از سر نو

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document

مقدمے کے لئے موزوں کیس ہے یا فیصلہ ساز کمیٹی کے بغیر سیشن عدالت کی طرف سے، اگر قانون کی موجودہ حالت اس کی اجازت دیتی ہے۔ یہ معاملہ اس طرح کی ہدایات کے لیے عدالت عالیہ میں واپس چلا جائے گا جو عدالت عالیہ کے لیے ضروری ہو، اس لیے حکومت کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔

اپیل منظور کی جاتی ہے۔

Ilyas Ahmed Pandit
2024.09.02 16:41
I attest to the accuracy and
integrity of this document